46

مولوی محمد احسن صاحب کی خلاف بیانی

(فرمودہ ۹؍ فروری ۱۹۱۷ء)

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کے بعد حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی :-

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ۔[1]

فرمایا۔ انسان کی حالت کچھ ایسی نازک اور کمزور ہے کہ ایک ذرا سی ٹھوکر سے اس کی کل ٹوٹ جاتی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص بڑے جوش اور زور کے ساتھ مسلمانوں کی طرف سے کفار کے ساتھ لڑا اور ایسے زور سے لڑا کہ مسلمان اس پر رشک کرنے لگے۔ اور اس کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اس کے متعلق فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اس دنیا میں چلتا پھرتا دوزخی دیکھنا ہو تو اس کو دیکھ لے۔ اس بات سے صحابہ کو بہت حیرت ہوئی کہ یہ تو بہت مخلص اور جوشیلا معلوم ہوتا ہے۔ اور جنگ میں خطرناک سے خطرناک جگہ پہنچ کر حملہ کرتا ہے۔ پھر اس نے اس بہادری اور دلیری سے کفار کو قتل کیا کہ باوجود اس کے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دوزخی قرار دیا تھا۔ بے اختیار صحابہ کے منہ سے یہ نکلتا کہ اللہ تعالیٰ اس کو جزائے خیر دے۔ اور قریب تھا کہ بعض نئے اسلام لانے والے ٹھوکر کھا جاتے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاوجہ اس کو دوزخی کہا ہے۔ کہ اس وقت ایک صحابی اٹھے اور قسم کھائی۔ کہ جب تک میں اس شخص کا انجام نہ دیکھ لوں۔ اس کا پیچھا نہ چھوڑوں گا۔ یہ کہکر وہ اس کے پیچھے ہو گئے۔ اور اُسے دیکھتے رہے۔ لڑائی میں اسے بہت سے زخم لگے۔ حتیٰ کہ زخموں کی وجہ سے وہ گر گیا۔ شدت درد کے وقت لوگ اس کے پاس آتے اور کہتے کہ تجھے جنت کی بشارت ہو۔ لیکن وہ کہتا مجھے جنت کی بشارت نہ دو بلکہ دوزخ کی دو۔ تم تو مجھے جنت کی بشارت اسلئے دیتے ہو کہ میں بڑی بہادری سے لڑا ہوں اور خطرناک سے خطرناک جگہ حملہ کرتا رہا ہوں لیکن تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ میں کس نیت سے لڑ رہا تھا۔ میرے لڑنے کی یہ غرض نہ تھی کہ اسلام کی تائید اور

---

[1] :- النحل : ۹۱ ؎

مدد کے لئے لڑوں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کروں یا اسلام کے مخالفین کو تہ تیغ کروں بلکہ مَیں اس لئے لڑتا رہا ہوں کہ میری اس قوم سے ایک پُرانی ذاتی عداوت تھی جس کے نکالنے کا آج مجھے موقعہ ملا تھا۔ اس لئے میں لڑا ہوں۔

تھوڑی دیر بعد جو اسے زخموں کی سخت تکلیف ہوئی اور اس شدت سے ہوئی کہ وہ برداشت نہ کرسکا۔ تو اس نے زمین میں برچھا گاڑ کر اس پر پیٹ رکھ کر خودکشی کرلی اور ہلاک ہوگیا۔ اسلام نے چونکہ خودکشی کو حرام قرار دیا ہے اور وہ اس کا مرتکب ہوا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات درست ثابت ہوگئی۔ کہ وہ دوزخی تھا۔ وہ صحابی جو اس کا انجام دیکھنے کے لئے اس کے ساتھ تھا۔ یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ اس وقت مجلس میں تشریف رکھتے تھے اس نے دُور سے ہی کہا۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم نے کیوں کہا ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ یارسُول اللہ جس شخص کی نسبت آپ نے فرمایا تھا کہ دوزخی ہے۔ اس کے متعلق مَیں نے دیکھا کہ اس کی بہادری اور جرأت کی وجہ سے بعض لوگوں کے دلوں میں ایک وسوسہ پیدا ہورہا تھا۔ اور وہ سمجھنے لگے تھے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یونہی اس کے متعلق فرما دیا ہے۔ اس وقت مَیں نے قسم کھائی کہ جب تک اس کا انجام نہ دیکھ لوں اس کا پیچھا نہ چھوڑوں گا۔ اب وہ خودکشی کرکے مرگیا ہے۔ اور مَیں حضور کو یہ سُنانے آیا ہوں کہ حضور کی یہ بات درست نکلی۔ یہ سُن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا:۔

اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسُولہ [1]

پھر آپ نے فرمایا کہ اس بات کو خوب یاد رکھو کہ ایک شخص دوزخیوں کے عمل کرتا ہے مگر اس کے قلب میں کوئی ایسی نیکی ہوتی ہے جو اسے انجام کار جنّت میں لے جاتی ہے اور ایک شخص جنتیوں کے کام کرتا ہے مگر جب اس کی موت قریب آتی ہے۔ تو اس کے دل میں کوئی ایسی برائی ہوتی ہے۔ جو اسے کھینچ کر دوزخ میں لے جاتی ہے [2]۔ یعنی پہلا شخص موت کے قریب جنتیوں کے کام کرنے لگ جاتا ہے۔ اور دوسرا دوزخیوں کے۔ اس لئے پہلے کا خاتمہ باوجود ساری عمر دوزخیوں کے کام کرنے کے جنتیوں کی طرح ہوتا ہے۔ اور دوسرے کا باوجود ساری عمر جنتیوں کے کام کرنے کے خاتمہ دوزخیوں کی طرح ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ دوزخیوں کے کام کرنے لگ جاتا ہے۔

یہ واقعہ سورہ فاتحہ کی تفسیر ہے۔ اس سورہ میں خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو یہ دُعا سکھلاتا ہے کہ ایاک نعبد وایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت

---

[1]:۔ بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر ؎

[2]:۔ بخاری کتاب القدر باب العمل بالخواتیم ؎

علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ۔ اے ہمارے خدا ہمیں جنت کا رستہ دکھائیے ۔ مگر وہ رستہ ایسا نہ ہو کہ عین اس کے سرے پر پہنچ کر ہمیں پھر پیچھے کھینچ لیا جائے اور دوزخ کے رستہ پر ڈال دیا جائے ۔

پس یہ بڑی عبرت کا مقام ہے ۔ کہ ایک شخص تمام عمر دوزخیوں کے سے کام کرتا ہے مگر چونکہ اس کے دل میں خدا تعالیٰ یا اس کے دین کی محبت نہایت مضبوطی سے گڑی ہوئی ہے اور اس کا ایمان ایسا مضبوط ہوتا ہے کہ اس کا عارضی طور پر بھٹکنا دُور ہو کر وہ یک لخت جنت کی طرف چل پڑتا ہے ۔ مگر ایک ایسا انسان ہوتا ہے کہ وہ جنت کے بالکل قریب پہنچ چکا ہوتا ہے ۔ مگر چونکہ اس کے دل میں کوئی ایسی برائی اور بدی ہوتی ہے ۔ جو آخر کار غالب آجاتی ہے اس لئے وہ جنت کی طرف سے کھینچا جاتا اور دوزخ کی طرف دھکیل دیا جاتا ہے ۔

اس قسم کی بہت سی نظیریں ملتی ہیں کہ بعض انسان جو جنت کے قریب تھے وہ دُور ہو گئے اور جو دُور تھے وہ قریب[1] ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب وحی مُرتد ہو گیا[2] اور طلحہ بن خویلد مدعی نبوت مرنے سے کچھ ہی عرصہ پہلے مسلمان ہو گیا ۔ حالانکہ اس کی نسبت فتویٰ لگ چکا تھا کہ اسے قتل کر دیا جائے ۔ چنانچہ جب وہ ایمان لایا تو صحابہ میں اس کے متعلق اختلاف ہوا کہ اسے قتل کرنا چاہیئے یا نہ ۔ لیکن ایک عجیب طریق سے وہ اس سزا سے بچ گیا ۔ اور وہ اس طرح کہ ایک صحابی شرجیل بن حسنہ کہ وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے ۔ ایک جنگ میں لڑ رہے تھے ۔ یوں وہ بڑے بہادر اور دلیر سپاہی تھے ۔ مگر چونکہ روزے کثرت سے رکھتے تھے ۔ اس لئے ان کا جسم کمزور تھا ۔ ان سے ایک عیسائی مقابلہ کر رہا تھا ۔ جب اس نے دیکھا کہ میں تلوار سے مقابلہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا ۔ تو اس نے آپ کا گریبان پکڑ کر آپ کو گرا لیا ۔ اور چھاتی پر بیٹھ کر انہیں قتل کرنے لگا ۔ کہ اسی کے لشکر سے ایک شخص نکلا اور اس نے آکر اس کی گردن کاٹ دی ۔ اور شرجیل کو آزاد کر دیا ۔ اس وقت اس شخص نے اپنا منہ لپیٹا ہوا تھا ۔ شرجیل نے پوچھا تم کون ہو ۔ اس نے کہا میں نے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنے کے لئے ایسا کیا ہے ۔ کیونکہ میں ایک سخت گناہ کا مرتکب ہو چکا ہوں ۔ اس کی سزا میں تخفیف ہونے کے خیال سے میں نے اس عیسائی کو قتل کیا ہے ۔ اس لئے میں اپنا نام نہیں بتاؤں گا ۔ لیکن شرجیل نے جب بہت اصرار کیا ۔ تو اس نے بتایا کہ میں وہ مدعی نبوت طلحہ بن خویلد ہوں ۔ جس کے قتل کرنے کا فتویٰ مل چکا ہے اور اب میں اس دعویٰ سے توبہ کر چکا ہوں میں چونکہ جانتا ہوں کہ میرا جرم بہت بڑا ہے اور اس کی معافی کی کوئی صورت نہیں ہے ۔ اور نہ میں مسلمان ہو سکتا ہوں ۔ اس لئے میں اپنے آپ کو پوشیدہ ہی رکھنا چاہتا ہوں ۔ اس کی یہ بات سُنکر

---

[1] : بخاری کتاب القدر باب العمل بالخواتیم ۔

[2] : تفسیر کبیر مصری الجزء ۶ صفحہ ۲۸۶ ۔

شرجیلؓ اسے اپنے ساتھ ابو عبیدہ کے پاس لے گئے۔ اور تمام سرگذشت سنائی۔ انہوں نے کہا کہ میں خود تو اس کے متعلق کچھ نہیں کر سکتا۔ البتہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں سفارش کے طور پر ایک رقعہ لکھ دیتا ہوں آگے اُن کی مرضی جس طرح چاہیں کریں۔ ابو عبیدہ نے یہ رقعہ لکھ کر دیا کہ میں جانتا ہوں کہ اس شخص کا جرم بہت بڑا ہے۔ اور شاید میرے رقعہ لکھنے کی وجہ سے آپ ناراض بھی ہوں لیکن اس کے شرجیل کو بچانے کی وجہ سے جو رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب ہے۔ سفارش کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ اسے معاف کیا جائے۔

جب یہ خط حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ چونکہ تمہیں ابو عبیدہ نے معاف کر دیا ہے اس لئے میں بھی معاف کرتا ہوں۔ لیکن اگر وہ معاف کرنے سے پہلے مجھ سے پوچھتے تو میں کبھی معاف نہ کرتا۔ اچھا اب تم اس طرح کرو کہ ہر وقت جنگ میں لگے رہو۔ اس نے اس بات کو منظور کر لیا۔ [1]

تو اس کا ایسا سنگین جرم تھا کہ اس کے متعلق قتل کا فتویٰ دیا جا چکا تھا۔ اور باوجود اس کے کہ رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب کو اس نے بچایا تھا۔ پھر بھی حضرت عمرؓ اس کو معاف کرنے پر تیار نہ تھے۔ مگر وہ ہدایت پا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل نے اُسے نجات دلا دی۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس کے دل میں کوئی ایسی نیکی تھی جس نے ایسے سامان پیدا کرا دئے کہ حضرت عمرؓ کو بھی آخر معاف کرنا پڑا۔ اور اس کا انجام نیکی پر ہوا۔

تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ انجام کو اچھا یا بُرا کر دیتے ہیں۔ اور کوئی اندرونی نیکی ہوتی ہے جس کی وجہ سے انجام نیکی پر ہوتا ہے اور کوئی اندرونی بدی ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے انجام بدی پر ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی حالت بڑی نازک اور کمزور ہوتی ہے۔ اور اس کی کسی ایک حالت میں کچھ اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ قابلِ اعتبار وہی حالت ہے جس پر موت واقعہ ہو۔ اگر کوئی شخص مرنے کے وقت مسلم ہے تو اس کی باقی ساری عمر اگر کفر کی حالت میں بھی گذری ہو۔ تو بھی کوئی ہرج نہیں۔ اور اگر مرنے کے وقت کافر ہے تو اس کی ساری عمر مسلمان رہنا اسے کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو یہ وصیّت کی ہے کہ۔ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ [2] ۔ کہ تمہاری موت اسلام پر ہونی چاہیئے۔ تو معاملات کی خوبی یا برائی انجام پر معلوم ہوتی ہے۔ درمیانی حالت پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

میں نے یہ تمہید کیوں بیان کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تازہ ایسی بات پیدا ہوئی ہے۔

---

[1]: تاریخ اسلام مولانا شرر صفحہ ۱۵۶ تا صفحہ ۱۵۸ ۞ [2]: سورۃ البقرہ: ۱۳۳ ۞

جس کے متعلق یہ تمہید بیان کرنے کی تحریک ہوئی ہے اور وہ یہ کہ پرسوں مجھے ایک ٹریکٹ رجسٹری ملا ہے جب میں نے اس کو کھولا تو معلوم ہوا کہ وہ مولوی محمد احسن صاحب کا مضمون ہے۔ میں نے ان کو سالانہ جلسہ سے چند ہی دن پہلے ایک خط میں لکھا تھا کہ

"مختلف دوستوں کے خطوط اور اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ آپ چند روز کے لئے لاہور تشریف لائے ہوئے ہیں۔ افسوس ہے کہ آپ قادیان تشریف نہ لائے۔ حالانکہ اگر آپ تشریف لاتے تو پالکی وغیرہ سواری کا انتظام کیا جا سکتا تھا۔ جس سے آپ کو ہرگز تکلیف نہ ہوتی"

پھر یہ بھی لکھا تھا کہ

"اگر آپ چاہیں تو لاہور میں ہی دوسری جگہ آپ کی رہائش کا انتظام کر سکتے ہیں اور اگر آپ چاہیں تو آپ کے قادیان لانے کے لئے بھی ہر طرح کے آرام کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔ مجھے خداوند تعالیٰ نے محبت کرنے والا دل دیا ہے۔ میں نے جو تعلق بنایا ہو اُسے توڑنے کا عادی نہیں۔ ہاں دوسرے کی طرف سے ابتدا ہو تو الگ بات ہے۔ پس میں تو ہر طرح آپ سے محبت کا معاملہ ہی کروں گا الّا ماشاء اللہ اور میری طرف سے ابتداء نہ ہوگی۔ ہاں اگر جماعت کو ابتلا میں ڈالا گیا۔ تو جس کام پر خدا تعالیٰ نے مجھے کھڑا کیا ہے۔ اس کے پورا کرنے کیلئے کسی اور تعلق کی پرواہ نہیں کرتا۔ خواہ مجھے کیسا ہی پیارا رشتہ کیوں نہ توڑنا پڑے۔ مجھے اس کی پروا نہیں"

اس خط کے جواب میں انہوں نے یہ مضمون لکھا ہے۔ مجھے پہلے بھی بتایا گیا تھا کہ مولوی صاحب نے اپنے بعض مضامین میں ہمارے متعلق ایک عجیب بات لکھی ہے لیکن میں نے خود نہیں پڑھی تھی۔ اس مضمون کو جو میں نے پڑھا تو اس میں بھی وہ بات لکھی ہوئی پائی۔ مجھے حیرت ہوئی تھی کہ وہ کس طرح ہماری طرف وہ بات منسوب کرتے ہوں گے۔ مگر اس مضمون میں تو خود دیکھ لیا ہے۔ وہ میرے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"آپ اپنی خلافت کو سیاسی ہی خلافت اعتقاد کر رہے ہیں۔ جب ہی تو آپ نے انوارِ خلافت میں جو تاریخ خلیفہ ثالث و رابع کی بہ نسبت خوارج لکھی ہے۔ اس کو اپنی خلافت پر قیاس کیا ہے تو میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی اس کا خیال تک نہ لانا۔ گورنمنٹ عالیہ کے منشاء کے محض خلاف ہے"

چونکہ ۱۹۱۵ء کے سالانہ جلسہ پر میں نے جو تقریر کی تھی اور جو انوارِ خلافت کے نام سے چھپ چکی ہے۔ اس میں میں نے بتایا تھا کہ حضرت عثمانؓ کے وقت اس طرح جھگڑے ہوتے تھے۔ ہماری جماعت کو ہوشیار رہنا چاہیئے۔ اس لئے مولوی محمد احسن صاحب کے نزدیک میں اپنی خلافت کو

سیاسی خلافت اعتقاد کرتا ہوں۔

مجھے یہ پڑھ کر حیرت ہوئی کہ دشمنی اور عداوت انسان کو کہاں سے کہاں تک لے جاتی ہے اور حق اور صداقت سے پھر ناکیسی بُری حالت تک پہنچا دیتا ہے۔ یہ وہی مولوی صاحب ہیں جنہوں نے چند ہی مہینہ پہلے مجھے لکھا تھا کہ آپ میری کتاب سے ناراض نہ ہوں۔ پہلے خلفاء کے وقت بھی اختلاف ہوتا رہا ہے۔ پھر آپ ہی اختلاف کی مثالیں بھی دی تھیں کیا اسوقت مولوی صاحب کو یہ یاد نہ رہا تھا کہ مجھے خلفاء سے وہ مشابہت دے رہے ہیں وہ حکمران تھے۔ پھر انہوں نے کیوں ایسا جرم کیا۔ جو بقول ان کے سیاسی خیالات کا پتہ دیتا ہے۔

پھر مَیں کہتا ہوں۔ اگر مولوی صاحب کی یہ بات درست ہے کہ مَیں نے انوارِ خلافت میں جو تاریخ خلیفہ ثالث و رابع کی بہ نسبت خوارج لکھی ہے۔ اس لئے مَیں اپنی خلافت کو سیاسی خلافت اعتقاد کرتا ہوں۔ تو انہیں معلوم ہوجانا چاہیئے کہ اس طرح تو سب سے بڑی اور مضبوط سیاست کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھی ہے۔ کیونکہ آپ الوصیّت میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ ۲ دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔ (۱) خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔ (۲) ایسے وقت جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہوجاتا ہے۔ اور دشمن زور میں آجاتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا۔ اور یقین کرلیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہوجائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑجاتے ہیں۔ اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کرلیتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق کے وقت میں ہوا۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی۔ اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہوگئے۔ اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خداوند تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق کو کھڑا کرکے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا۔"

اس کے بعد اپنی جماعت کو فرماتے ہیں:۔

"سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنّت اللہ یہی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کرکے دکھلا دے۔ سو اب

ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو۔ اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں۔ کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے بعد آنے والے خلفاء کو حضرت ابوبکرؓ اور دوسرے خلفاء کی طرح قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق کے وقت میں ہوا۔ ایسا ہی اب بھی ہوگا۔ اب (نعوذ باللہ) مولوی محمد احسن صاحب کو سب سے پہلے حضرت مسیح موعودؑ کو باغی کہنا چاہیئے۔ کیونکہ آپ نے حضرت ابوبکرؓ وغیرہ سے اپنے بعد کے خلفاء کو مشابہت دی ہے۔ اور یہ تو مولوی صاحب کو بھی خوب معلوم ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے تلوار سے جماعت کو سنبھالا تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عداوت کی وجہ سے کس طرح عقل ماری جاتی۔ وہ خوش ہوتے اور سمجھتے ہوں گے کہ میرے اس لکھنے پر پولیس نے قادیان کو گھیر لیا ہوگا۔ اور تلاشی ہو رہی ہوگی۔ قادیان والے سخت مصیبت اور مشکل میں پھنسے ہوئے ہوں گے مگر میں کہتا ہوں کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے زمانہ کے حالات بیان کرنے کی وجہ سے مجھے سیاسی خیالات رکھنے والا کیوں قرار دیا ہے۔ میں تو کئی بار گورنمنٹ برطانیہ سے اپنی جماعت کی مشابہت بیان کر چکا ہوں۔ انہیں تیرہ سو سال پیچھے جانے کی کیا ضرورت تھی۔ موجودہ گورنمنٹ کے ساتھ مشابہت قرار دینے سے کیوں باغی نہیں کہتے۔

انہوں نے شائد اس معاملہ اور محسن گورنمنٹ کو اندھی نگری چوپٹ راجا سمجھ لیا ہوگا۔ اور جس طرح خود سیاست سے نابلد اور ناواقف ہیں۔ اسی طرح گورنمنٹ کو خیال کرتے ہوں گے اور سمجھتے ہوں گے کہ میرے اس لکھ دینے سے ان کو گورنمنٹ فوراً پکڑ لے گی۔

پھر حضرت مسیح موعودؑ تو اپنے سلسلہ کی مثال کئی ایسے انبیاء سے دے چکے ہیں جنکی حکومتیں تھیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ وغیرہ۔ کیا اس سے کہا جائے گا کہ آپ سیاسی خیالات رکھتے تھے۔

ہمارے متعلق یہ بات کہنے والے کو کم از کم اپنا مقام تو دیکھ لینا چاہیئے تھا۔ اب شاید میرے اس کہنے کے بعد وہ کچھ دیں تو دیں۔ مگر اس سے پہلے کی نسبت مجھے یقین ہے کہ انہوں نے موجودہ جنگ میں گورنمنٹ کی امداد کے لئے ایک پیسہ بھی چندہ نہیں دیا ہوگا۔ مگر اب وہ اپنی طرف سے گورنمنٹ کے خیر خواہ بن کر آ گئے ہیں۔ اور ہمیں مشورہ دینے کی تکلیف برداشت کر رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی جب مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ تو غیر احمدیوں نے آپ پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے وہ مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے جو دیگر مذاہب والوں سے جنگ کرے گا۔ اور ان کو نیست و نابود کر کے اپنی حکومت چلائے گا۔ حالانکہ یہ الزام حضرت مسیح موعودؑ پر عائد نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ آپ تو کسی ایسے شخص کے آنے کو مانتے ہی نہیں تھے۔ ہاں کہنے والوں پر عائد ہوتا تھا۔ کیونکہ وہ ایک ایسے

انسان کے منتظر ہیں۔ لیکن غیر احمدیوں نے اپنے خیال میں حضرت مسیح موعود پر یہ ایک ایسا حملہ کیا تھا جس کے متعلق انہیں یقین تھا کہ ضرور نقصان دہ ثابت ہوگا۔ مگر جو کچھ اس کا نتیجہ ہؤا۔ وہ سب کو معلوم ہے۔ اسی طرح مولوی محمد احسن صاحب نے اپنے خیال میں ہم پر یہ ایک بڑا حربہ چلایا ہے مگر وہ یاد رکھیں کہ اس سے کچھ نہیں بنے گا۔ ان کی اس قسم کی تحریروں کو پڑھ کر تو کوئی جاہل سے جاہل حاکم بھی دھوکہ نہیں کھا سکتا۔ مگر ہمارے حاکم تو بڑے عقلمند اور دانا ہیں۔ وہ مولوی صاحب کے دھوکہ میں کس طرح آسکتے ہیں۔ میں تو یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ اگر کوئی اندھی نگری چوپٹ راجا بھی ہوتا۔ تو بھی ان کے دھوکہ میں نہ آتا۔

گورنمنٹ خوب سمجھتی ہے کہ ہماری کیا حیثیت ہے اور ان کی کیا۔ اور جن کے ساتھ وہ اب جا کر ملے ہیں۔ ان کے متعلق بھی گورنمنٹ کو خوب معلوم ہے کہ سیاست سے کیسا اور کہاں تک تعلق رکھتے ہیں۔ خواجہ صاحب باوجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سخت ناپسند فرمانے کے مسلم لیگ میں داخل ہو گئے۔ پھر خواجہ صاحب نے ولایت جا کر وزیر اعظم تک کو دھمکیاں دیں۔ اور لکھا کہ اگر ترکوں سے جنگ کی گئی تو ساری دنیا ان کی مدد کے لئے اٹھ کھڑی ہوگی۔ حالانکہ یہ بالکل غلط تھا۔ چنانچہ اب جبکہ جنگ ہوئی تو بجائے اس کے کہ ترکوں کی مدد کے لئے کوئی اٹھتا۔ ان کے اپنے صوبے ہی ان سے الگ ہو رہے ہیں۔ تو جن لوگوں کے لیڈروں کے ایسے خیالات ہوں۔ ان میں شامل ہو کر ہمارے متعلق یہ الزام لگانا کہ ہم سیاسی خیالات رکھتے ہیں۔ صریح طور پر دھوکہ دہی نہیں تو اور کیا ہے۔ کیونکہ اس قسم کے خیالات تو ان کے ہیں نہ کہ ہمارے۔

مولوی صاحب خود ہی غور کریں کہ سب سے پہلی بات جس پر انہوں نے اظہار ناراضگی کیا۔ وہ کیا تھی۔ وہ یہ تھی کہ ابوالکلام کے خلاف الفضل میں کیوں لکھا گیا ہے۔ (اس کے متعلق ہمارے پاس مولوی صاحب کا خط محفوظ ہے۔ اگر وہ چاہیں تو ہم شائع کر سکتے ہیں۔ ایڈیٹر الفضل) اور ابوالکلام وہ شخص ہے جس کو گورنمنٹ نے نظر بند کر رکھا ہے۔ اور جس کے متعلق حال ہی میں اعلان ہؤا ہے کہ وہ چونکہ ہز مجسٹی ملک معظم کے دشمنوں سے غدارانہ خط و کتابت کرتا رہا ہے۔ اس لئے اس کے متعلق خاص نگرانی کے احکام نافذ کئے جاتے ہیں۔ ایسے شخص کے متعلق کچھ لکھنے پر ناراض ہونے والے کو اپنے اوپر غور کر لینا چاہیئے۔ پھر مولوی صاحب تو کہتے ہیں کہ وہ حدیثیں جن میں حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر ہے۔ حضرت مسیح موعود پر اپنے لفظی معنوں کے لحاظ سے چسپاں نہیں ہوتیں اور شاید یہ معنی کر کے کوئی اور مسیح آجائے۔ اور وہ ذہی ہو جو تلوار لے کر لڑے گا۔

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کس کے خیالات سیاسی ہیں۔ ہمارے یا ان کے۔ باوجود اس کے ہمارے متعلق کہا جاتا ہے کہ اپنی خلافت سیاسی خلافت سمجھتے ہیں۔ جو محض دشمنی اور عداوت کی وجہ

سے ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ عداوت اور دشمنی کی وجہ سے حد سے نہیں بڑھنا چاہیئے۔ لیکن ان کو اس کی بھی کچھ پرواہ نہیں ہے۔

ہم گورنمنٹ کے متعلق وفاداری کے جو خیالات رکھتے ہیں۔ اور جس طرح ہم نے اس جنگ میں گورنمنٹ کی خدمت کی ہے اور ہماری خدمات کے متعلق گورنمنٹ نے جو کچھ لکھا ہے وہ کوئی پوشیدہ بات نہیں۔ چند ہی ماہ ہوئے۔ ہز آنر لیفٹیننٹ گورنر کی طرف سے میرے نام ایک چٹھی آئی تھی جس میں لکھا تھا کہ ہز آنر احمدیہ کمیونٹی کی اس مخلصانہ وفاداری کا مزید یقین دلانے سے مسرور ہیں۔ جس کا اس نے گورنمنٹ کے ساتھ لڑائی شروع ہونے سے اب تک عملی ثبوت دیا ہے۔

ان باتوں کے ہوتے ہوئے گورنمنٹ پر مولوی محمد احسن صاحب کے اس لکھنے سے کیا اثر ہو سکتا ہے۔ پھر گورنمنٹ کو یہ بھی معلوم ہے کہ کانپور کے معاملہ کے متعلق گورنمنٹ کے خلاف کس نے لکھا ہے۔ اور اس حادثہ میں مرنے والوں کے ساتھ کس نے وفاداری کا اظہار کیا تھا۔ اور ظفر علیخاں کی وہ نظم جو سلطان ٹرکی کی شان میں بعنوان خلیفۃ المسلمین لکھی گئی تھی۔ پیام میں کس نے درج کرائی تھی۔ ان باتوں کے ہوتے ہوئے کس طرح ہمارے متعلق وہ یہ لکھ سکتے ہیں کہ ہمارے خیالات سیاسی ہیں۔ سوائے اس کے کہ کسی کی عقل ماری جائے۔ یا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک انسان نیک کام کرتا ہے مگر اس کا انجام بُرا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آخری عمر میں یہ لکھنے والے کی رسی بھی برائی کی طرف کھینچی گئی ہے۔

ان کی یہ کوشش ایک لغو اور بے ہودہ ہے اور سوائے اس کے کہ ایسا لکھنے والے کی اپنی جہالت اور نادانی ثابت ہو۔ اور کیا نتیجہ نکل سکتا ہے۔ ہاں دانا اور سمجھدار انسان اس سے عبرت حاصل کر سکتا ہے کہ ایک سمجھتا بوجھتا انسان غصہ اور عداوت کی وجہ سے کیسا جاہل اور نادان بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری جماعت میں سے ہر ایک کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ اور اس کے فضل کے ماتحت ہمارا انجام مؤمنوں والا ہو۔ اور ہماری موت اسلام پر ہو۔ آمین ثم آمین۔

(الفضل ۱۷ر فروری ۱۹۱۶ء)